شازیہ مصطفیٰ عمران

سلسلے وار ناول

پہلی قسط

زندگی پھول ہے محبت خوشبو

وہ کتنے آنسو بہاتی جارہی تھی ایک ماں ہی کا تو آسرا تھا اور باپ بھی کبھی کبھی آتا تھا۔ آنسو پھر نکل رہے تھے، دو دن سے یونیورسٹی بھی نہیں گئی تھی، بخار بہت تیز ہورہا تھا۔

''بیٹا! اب کیسی طبیعت ہے؟'' زبیدہ بیگم نے اس کے سرہانے بیٹھ کے اس کے الجھے بالوں کو سمیٹا۔

''خالہ ٹائم کیا ہو رہا ہے۔'' اس نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔

''نو بج رہے ہیں یہ بتاؤ طبیعت بہتر ہوئی؟''

''جی پہلے سے بہتر ہے۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''بیٹا ناشتہ بنا دیتی ہوں تم اس کے بعد دوائی لے لینا۔'' وہ اٹھنے لگیں۔

''آپ رہنے دیں میں خود بنا لوں گی۔'' رو رو کے اس کی آنکھیں موٹی ہو گئی تھیں۔

وہ آج یونیورسٹی بھی نہیں جا سکی ہر وقت امی کو یاد کرتی رہتی تھی ان کا ماضی ایسا تھا کہ وہ خود بھی کسی سے بات نہیں کرتی تھی ایک یہ رانی کی منہ بولی بہن تھی جو اس کا خیال رکھتی تھی۔

''کاش میں بھی آپ کے ساتھ چلی جاتی۔'' وہ واش روم سے نکلی تھی۔

''شہوار کدھر ہے؟''
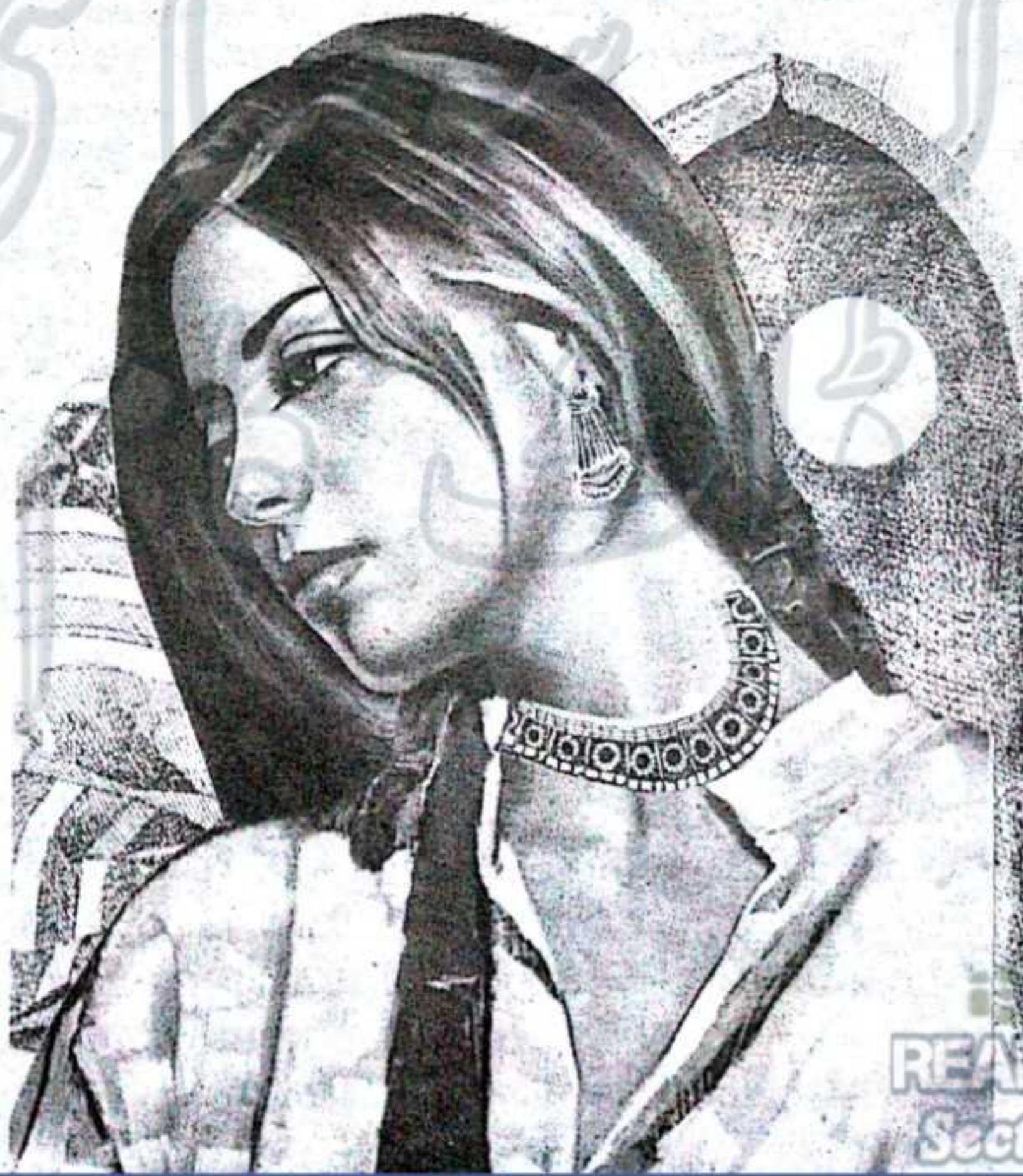
''وہ تو یونیورسٹی چلی گئی کہہ رہی تھی آج بہت کام ہے۔'' زبیدہ خالہ نے بتایا۔

''خالہ، ابو کو کتنے دن ہو گئے ہیں وہ آئے ہی نہیں۔''

''بیٹا ایک گھربار والے کو آنے میں مشکل ہوتی ہو گی تم دل چھوٹا نہیں کیا کرو ایک دن انشاء اللہ شکیل بھائی تمہیں اس گھر میں لے جائیں گے۔'' وہ اسے تسلی اور اطمینان دلاتی تھیں۔

نیل فر اتنی صابر اور شاکر اور کم گو تھی وہ تو کسی سے بھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھی اور کبھی اس نے اپنے باپ سے شکوہ نہیں کیا کہ اسے اور اس کی ماں کو عزت سے گھر کیوں نہیں لے کے گئے۔

ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کے وہ اپنے اسائنمنٹ کھول کے دیکھنے لگی۔ آخری سال تھا اس لئے پڑھائی دل جمعی سے کر رہی تھی۔ شکیل احمد کی بھی خواہش تھی وہ زیادہ سے زیادہ پڑھے، وہ نیل فر سے محبت اور پیار کرتے تھے ہر ہفتے وہ باقاعدگی سے ملنے آتے تھے اور کثیر رقم بھی اس کے خرچ کے لئے دے کے جاتے تھے، اس کے ذاتی اکاؤنٹ میں بھی اس کے لئے خاصی رقم منتقل کر دیتے تھے تاکہ اسے کسی طرح کی بھی پریشانی نہیں ہو۔

رانی کے علاج پر انہوں نے کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی تھی مگر وہ پھر بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔ رانی کی منہ بولی بہن تھی جوان کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی تھی، وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ان کے گھر میں ہی رہتی تھیں۔ شکیل احمد ان کی بھی مالی مدد کرتے رہتے تھے، ان کی بیٹی کی تعلیم کا بھی خرچہ اٹھا رہے تھے۔

وہ اسائنمنٹ بنانے کے بعد کچھ دیر آرام کرنے لیٹ گئی جب تک شہوار بھی نہیں آئی تھی۔

''تمہیں میں نے صبح اتنا اٹھایا تم اٹھی ہی نہیں۔''

''بس تھکن ہو رہی تھی۔'' کسلمندی سے وہ بستر پر پڑی تھی۔

''تم سوائے رونے کے کرتی کیا ہو تھکن تو ہو گی ہی۔''

''زندگی میں رونا ہی لکھا ہو تو اور زیادہ یہ سوچ کے رونا آتا ہے۔'' وہ پرسوچ لہجے میں گویا ہوئی۔

''تم شکر ادا کرو کے تمہارے ابو تمہارا خیال تو رکھتے ہیں تمہیں پوچھنے بھی آتے ہیں میرے باپ کو دیکھو مجھے اور میری ماں کو بے دخل کر کے جانے کہاں ہوں گے، ضرور اپنی دنیا بسالی ہو گی وہ تو شکیل انکل اتنے اچھے ہیں میرا بھی تمہاری طرح خیال رکھتے ہیں۔'' شہوار کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

''تم پھر شروع ہو گئیں جاؤ کھانا کھاؤ۔ جب سے یونیورسٹی سے آئی ہو ایسے ہی بیٹھی ہو تمہیں بھوک نہیں لگ رہی؟'' نیل فر نے بات کو ہی کاٹ دیا۔

''تم نے کھانا کھا لیا؟'' وہ اپنے کپڑوں کی شکنیں ہاتھ سے نکالتی ہوئی کھڑی ہوئی۔

''آج ناشتہ ہی دیر سے کیا ہے اس لئے کھانے کی گنجائش نہیں تھی۔''

''چلو میں فریش ہو کے اپنا کھانا یہیں لے آؤں گی۔'' نیل فر نے مسکرا کے سر ہلایا۔

''اگر شہوار نہیں ہوتی تو وہ کیا کرتی اتنی پیار کرنے والی زبیدہ خالہ نہیں ہوتیں تو وہ امی کے بعد تو تنہا رہ ہی نہیں سکتی تھی۔'' نیل فر کو ایسا لگتا تھا اس کی زندگی سے دلچسپی ہی ختم ہو گئی ہے امی کے بعد جیسے کچھ بچا ہی نہیں ہے۔ امی نے آخری دنوں میں ابو سے کہا تھا۔

''شکیل احمد اپنی بیٹی ساتھ لے جانا یہ میرے بغیر مر جائے گی۔'' نیل فر کا تو رو رو کے برا حال تھا شکیل احمد نے اسے ساتھ لگایا۔

''رانی تم ایسی باتیں نہیں کرو ٹھیک ہو جاؤ گی تم۔'' وہ ہمیشہ تسلیاں ہی دیتے تھے۔ نیل فر کی آنکھیں پھر

آنسوؤں سے بھر گئیں اسے شکیل احمد نے بتایا تھا اس کے دو بھائی بھی ہیں شکیل احمد نے اسے ساتھ لے جانے کی کبھی بات ہی نہیں کی تھی۔

☆......☆

''آپ ہر وقت کہاں کھوئے رہتے ہیں۔'' ثریا نے انہیں خاموش ایک جگہ بیٹھے دیکھا۔
''کہیں نہیں۔''
''یہ ضیاء کدھر ہے؟''
''آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔'' انہوں نے بتایا۔
''میں نے کتنے سالوں سے آپ کو اکثر یوں خاموش ایک ہی جگہ بیٹھے دیکھا ہے کیا بات ہے؟'' وہ تشویش میں پڑ جاتی تھیں۔
''ارے تم تو پیچھے ہی پڑ جاتی ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے آفس کی میٹنگز تھکا دیتی ہیں۔'' انہوں نے ہمیشہ کی طرح بات کو ٹالا ثریا تو ویسے ہی بات کے پیچھے پڑ جاتی تھیں۔
''آپ ضیاء کو ادھر بھیجئے مجھے کچھ ضروری ڈسکس کرنی ہے آج میں آفس تو جاؤں گا نہیں۔''
''خیریت!'' وہ پھر کھوجنے لگیں۔
''کہیں ضروری جانا ہے کوئی میٹنگ ہے۔'' وہ کھڑے ہو گئے۔
انہیں نیل فر کے پاس جانا تھا دو ہفتے سے گئے نہیں تھے، انہیں اندازہ تھا وہ اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔
''اگر آپ تھکے ہوئے ہیں تو ضیاء کو بھیج دیں آپ آرام کریں۔''
''ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ جائیے ضیاء کو بھیجئے۔'' وہ انہیں بولے اور خود بھی جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں ضیاء بھی آ گیا اسے آفس سے متعلق ضروری باتیں سمجھائیں ثریا اکثر شکیل احمد کی طرف سے پریشان ہو جاتی تھیں۔ شکیل احمد تین بہن بھائی تھے خود بڑے تھے ان کے بعد زہرہ کے تین بچے تھے ایک بیٹی جو شادی شدہ اور دو بیٹے تھے۔ ان سے چھوٹے سجاد احمد تھے ان کے تین بچے تھے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا سجاد احمد نیچے کے پورشن میں تھے کافی بڑا بنگلہ تھا ہر طرح کی سہولت میسر تھی۔
''ضیاء! یہ تمہارے ابو کہاں جا رہے ہیں؟''
''امی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟'' وہ ہنسنے لگا۔
''اچانک سے تمہارے ابو غائب ہو جاتے ہیں۔'' وہ بولیں۔
''آپ ابو پر شک کر رہی ہیں؟'' وہ پھر ہنسا۔
''بھائی! امی کو لگتا ہے کسی لڑکی کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے ہیں۔'' حمزہ نے بھی مسکرا کے لقمہ دیا۔
''زیادہ الٹی سیدھی نہیں ہانکا کرو میں تو اس لیے فکر مند ہوتی ہوں ایسا لگتا ہے وہ کسی الجھن میں گھرے رہتے ہیں۔'' انہوں نے حمزہ کے دھپ لگائی ضیاء کی ہنسی نکلی تھی مگر کنٹرول کیا۔
''آپ کو نہیں پتہ امی ہمارا بزنس بہت پھیل گیا ہے۔ ابو کو اسی کی فکر رہتی ہے لوگ جیلس بھی ہوتے ہیں آپ جانتی ہیں کامیاب بزنس مین سے سب جلتے ہیں۔'' ضیاء نے وضاحت کے ساتھ انہیں سمجھایا تاکہ ان کی فکر بھی کم ہو۔
''میں نے شروع سے تمہارے ابو کو محنت ہی کرتے دیکھا ہے۔'' وہ سوچ کے گزرے دنوں کا ذکر کرنے لگیں۔

''پھر کیا مسئلہ ہے آپ ایسا کچھ غلط نہیں سوچا کریں ہمارے ابو ایک کامیاب انسان ہیں جو اپنے کام کے ساتھ اپنی فیملی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔''

''ہوں یہ تو ہے۔'' وہ ان دونوں کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھیں۔

''حمزہ کالج چھوڑ دوں یا چلے جاؤ گے۔''

''بائیک ٹھیک ہے میری چلا جاؤں گا۔'' چائے کے جلدی جلدی سپ لیتے دونوں ہی نکل گئے تھے۔

☆......☆

''امی! یہ فہر کب سے سو رہا ہے اٹھا نہیں۔'' کنول نے ان سے پوچھا۔ زہرہ ناشتے کے برتن ملازمہ سے اٹھوا رہی تھیں۔ کنول دو دن سے رہنے آئی ہوئی تھیں ان کے دو بیٹے تھے عفان اور ریان۔

''آپ اس سے پوچھا کریں کیوں اتنی اتنی رات کو آتا ہے۔'' کنول کو اس لئے بھی غصہ آرہا تھا دو دن سے یہاں تھیں اور فہر سے ان کی ابھی تک بھی تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

''اس کی شادی ہوگی تو ہی یہ ٹک کے بیٹھے گا۔'' زہرہ خود فہر کی طرف سے پریشان رہتی تھیں۔

''سجاد ماموں کی ثناء...... بُری تو نہیں ہے۔''

''کئی دفعہ بات کر چکی ہوں کہتا ہے مجھے ابھی کوئی شادی وادی نہیں کرنی۔''

''امی آپ اس کے کہنے میں رہیں تو یہ آپ کو ٹالتا رہے گا زبردستی کریں اس کے ساتھ۔''

''یہ آپ امی کے کان بھرنے آئی ہیں۔'' فہر گرے قمیض شلوار میں ڈائننگ ٹیبل پر آکے بیٹھا۔

''ہوگئی تمہاری صبح۔'' کنول نے قدرے برا مان کے ناراضی سے کہا۔

''مصروف بندہ ہوں ظاہر ہے دیر تک سونا میرا حق بنتا ہے۔ امی پلیز ناشتہ تو لگوا دیں دو کرارے پراٹھے اور زردی والا آملیٹ۔'' اس نے عاجزی سے کہا۔

''ایسے کون سے کاموں میں رہتے ہو۔''

''ہوتے ہیں کچھ کام۔'' وہ ان کے چڑنے پر محظوظ ہو رہا تھا۔

''کچھ کام خفیہ ہوتے ہیں وہ بتائے نہیں جاتے۔'' وہ رازداری سے اس کی جانب جھکا۔

''امی! اس نے ضرور کوئی شادی کر رکھی ہے اسی لئے آپ کو منع کرتا رہتا ہے۔''

''لاحول ولاقوۃ آپی کیوں الزام لگاتی ہیں۔'' وہ تو گھبرا گیا۔

زہرہ، فہر کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

''دیکھ رہی ہیں امی آپ۔''

''سب دیکھ بھی رہی ہوں اور سن بھی رہی ہوں۔'' وہ خود اس کے لئے ناشتہ بنا کے لائی تھیں۔

''تم اتنی دیر سے گھر آتے ہو میری تو جان اٹکی رہتی ہے اور تمہارے بابا الگ ناراض ہوتے ہیں۔''

''کام کی مصروفیت بڑھ گئی ہے۔'' وہ پراٹھے کا لقمہ منہ میں رکھنے لگا۔

''ایسا بھی کیا کہ گھر والے ہی تمہیں نظر نہیں آتے۔''

''سب نظر آتے ہیں۔'' وہ ہنسا۔

''اچھا آپ کیا شکوے اور شکایتیں کرتی رہیں گی آپ کے دونوں صاحبزادے کہاں ہیں۔'' وہ پوچھنے لگا۔

''اسکول کا ہوم ورک کر رہے ہیں کل تو میں چلی جاؤں گی۔''

''کل ہی تو آئی ہیں۔'' وہ پھر گویا ہوا۔

''منڈے کو ان کا اسکول ہوتا ہے، سٹرڈے اور سنڈے چھٹی تھی سوچا کے دو دن رک آؤں گی۔'' کنول اپنے لمبے چوڑے ڈیشنگ بھائی کو دیکھ رہی تھیں۔

''فہر تم نے کیا سوچا ہے۔'' وہ انجان بنا۔

''شادی کرنی ہے یا نہیں۔''

''وہ ابھی تو بالکل نہیں۔'' اس نے نفی میں سر اٹھایا۔

''آپ مجھے بتائیے ہر دفعہ آ کے آپ یہ شادی جیسی فضول خرافات کیوں نکالتی ہیں۔''

''اچھا میری شادی تم لوگوں نے کی جب فضول خرافات نہیں تھی۔'' وہ برا مان گئی۔

''آپی آپ کی شادی ضروری تھی اور بیٹیوں کو جتنی جلدی ہو رخصت کر دینا چاہیے۔'' اس نے مدبرانہ لہجے میں کہا۔ زہرہ کو ہنسی آ گئی۔

''میں امی سے کہہ رہی تھی سجاد ماموں کی ثناء کے لیے بات کر لیتے ہیں تمہارا جب موڈ ہو شادی کر لینا۔''

''آپی پلیز! مجھے معاف رکھیں میں نے کبھی ثناء کے متعلق نہیں سوچا اور ثناء میرے لیے بہنوں کی طرح ہے ویسے ہی میری ایک اکلوتی بہن ہے چاہتا ہوں اور بھی بہنیں ہوں بھائیوں کا بھرم رہتا ہے۔'' اس نے بات مذاق میں ٹالی۔

''یہ تو امی اسی طرح بکواس کرتا رہے گا۔ پتہ نہیں کیا سوچ کے بیٹھا ہے امی کا خیال نہیں آتا ان کا بھی دل چاہتا ہوگا کہ تمہارے بچے ہوں۔''

''بھائی جان آپ کا موبائل بج رہا ہے۔'' مہاد کی اوپر سے تیز آواز آئی۔

''یار لے آؤ نیچے۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کے لیا۔

''پلیز ذرا آپ خاموش ہو جائیں میری ضروری کال ہوگی۔'' وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے کھڑا ہوا کنول منہ بنا کے رہ گئی تھیں زہرہ ہنسنے لگیں۔ وہ فہر کو جانتی تھیں وہ اتنی جلدی شادی نہیں کرے گا۔ وہ موبائل پر بات کر رہا تھا اتنے میں کنول اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھنے اسٹڈی روم میں چلی گئی تھیں۔

''امی! کیوں آپ میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں مجھے جب شادی کرنی ہوگی آپ سے کہہ دوں گا۔'' وہ ماں کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ابھی ہم تمہاری بات لگا لیتے ہیں۔''

''ابھی بالکل بھی نہیں اور ثناء سے بالکل نہیں کیونکہ مجھے بردبار اور سمجھدار لڑکی چاہیے جو آپ کے ساتھ رہ سکے۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔ ثناء کچھ منہ پھٹ تھی اور اسے سنجیدہ بھی نہیں لگتی تھی کچھ شوخ و شنگ تھی۔ فہر کا مزاج سنجیدہ تھا۔

''ثناء بری تو نہیں ہے۔''

''میں بری کہہ بھی نہیں رہا میں نے اسے ہمیشہ چھوٹی بہن سمجھا ہے اس لیے پلیز آئندہ ثناء کا نام نہیں لیجئے گا۔'' اس نے آہستگی سے انہیں سمجھایا۔

''اچھا وہ مجھے حیدر آباد جانا ہے کل واپسی ہوگی۔''

''حیدر آباد کیوں اچانک سے۔'' زہرہ چونک گئیں۔

''وہاں فلائی اوور بن رہا ہے اسے ہی ڈسکس کرنے جانا ہے کافی لمبا پروجیکٹ ہے دعا کیجیے گا۔'' اس نے ان کے ہاتھ تھامے۔

''پیکنگ کردوں۔''

''دو سوٹ رکھنے ہیں میں خود رکھ لوں گا آپ پریشان نہ ہوں۔'' وہ انہیں تسلی اور اطمینان دلا کے اپنے روم میں جانے لگا۔

''امی اسے تو میری ذرا پرواہ نہیں ہوتی بہن چاہے کتنے دنوں بعد آئے۔''

''آپی ایسی بات نہیں ہے آپ میرا کام جانتی ہیں پھر بھی ایسی بات کر رہی ہیں۔'' وہ انہیں منانے لگا۔

''جاؤ تم اپنے کام سے پیار کرو۔''

''لگتا ہے مجھے کچھ سوچنا پڑے گا تاکہ آپ سب کا موڈ ٹھیک رہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولتا ہوا اوپر کی سمت بڑھ گیا۔ ریان اور عفان بھی اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

☆......☆

''صنوبر پلیز! واپس وہی چینل لگاؤ۔'' وہ بضد تھی۔

''ماہا تمہارا دماغ خراب ہے اگر دادی جان کی نگاہ پڑ گئی تو تمہاری خیر نہیں ہے۔'' وہ اسے ڈرانے لگی۔

''دادی جان سو رہی ہیں تم مجھے دیکھنے دو۔''

''ماہا ماہا تم سدھر جاؤ۔'' صنوبر نے ریموٹ لے کے پھر چینل چینج کر دیا۔

''تم تو پاگل ہو۔'' وہ چیخی۔

''پیچھے دیکھو کون کھڑا ہے۔'' اس نے آہستگی سے اشارے سے کہا۔ دونوں ہال کمرے میں بڑی اسکرین پر اپنے اپنے پسندیدہ چینل دیکھ رہی تھیں۔

''کون ہے۔'' اس نے گردن گھمائی۔ شہزیل کھڑا ہوا کسی سے سیل پر بات کر رہا تھا۔

''شہزیل ہے تمہیں کیا پریشانی ہے دروازہ بند کر کے آتی ہوں۔''

''تم خود ہی دیکھو تمہاری وجہ سے مجھے ڈانٹ پڑتی ہے۔'' وہ تو ویسے ہی ڈرتی تھی۔

''ارے فلم کا اینڈ ہی تو دیکھ رہی ہوں اب وہ ایسا ہے تو کیا کروں۔'' اس نے ٹی وی آف کر دیا صنوبر تو چلی گئی تھی اور وہ شہزیل کو دیکھنے لگی جو بلیک پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں ملبوس ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا۔

''کہاں جا رہے ہو۔''

''مارکیٹ تک جا رہا ہوں۔'' سیل اس نے پینٹ کی پاکٹ میں رکھا۔

وہ ماہا پر توجہ نہیں دیتا تھا مگر وہ پھر بھی اس کی راہ میں حائل ہوتی رہتی تھی۔

''کیا لینے؟''

''سر نے بھیجا ہے۔''

''تم ڈیڈی کو سر کیوں کہتے ہو، انکل کہتے ہوئے زبان میں درد ہوتا ہے۔'' آنکھیں نکال کے اس پر چڑھ دوڑی تھی بلیک ٹراؤزر پر لمبی شرٹ اور دوپٹے میں اسے گھبرانے اور بوکھلانے پر مجبور کر دیتی تھی، وہ بہت محتاط ہو کے اس سے بات کرتا تھا مگر لگتا تھا اسے ڈر بالکل نہیں لگتا تھا۔

''کوشش کرتا ہوں بچپن کی عادت ہے مشکل سے جائے گی۔'' وہ ہنسا اور آگے بڑھ گیا۔ ماہا بھی پیچھے پیچھے اس

کے آنے لگی شہزیل اس کی باتوں سے جتنا بچتا وہ اتنا ہی اس سے الجھتی تھی۔

''میں ساتھ چلوں۔''

''بالکل بھی نہیں۔'' جھٹ منع کیا لاسٹ ٹائم بھی وہ ساتھ چلی گئی تھی دکانوں پر ادھم مچا کے رکھ دیا تھا۔

''کیوں بالکل بھی نہیں مجھے بھی کچھ لینا ہے۔''

''میں سر کے کام سے جارہا ہوں آفس کی کچھ سیٹنگ کا کام ہے کارپینٹر کے پاس جارہا ہوں۔'' اس نے دوسرا کام بھی بتا دیا تا کہ وہ آگے کچھ نہیں بول سکے۔

''مارکیٹ بھی تو جاؤ گے میں ابھی آئی۔'' شہزیل تیزی سے نکل گیا گاڑی کی چابی بھی اندر اپنے کمرے میں ہی بھول آیا تھا وہ لینے کے لیے اندر آیا۔

''شہزیل اسے بھی تم ساتھ لے جاؤ کچھ ضروری چیزیں لینی ہیں۔'' بشریٰ نے اسے کہا۔

ماہا اپنی امی کو حمایت کے لیے ساتھ لائی تھی اسے پتہ تھا جب وہ کہیں گی تو شہزیل منع ہی نہیں کر سکے گا۔

''جی اوکے۔'' اس نے صبر کا گھونٹ بھرا۔ جلدی سے وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی شہزیل نے لمبا سانس بھرا تھا۔

''تم مجھ سے اتنا بھاگتے کیوں ہو؟'' گاڑی پورچ سے نکل چکی تھی اور وہ سامنے دیکھتے ہوئے گاڑی چلا رہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ مارکیٹ میں بہت دیر لگاتی ہیں اور مجھے دیر لگانے سے کوفت ہوتی ہے۔''

''بعد میں بھی تو بیوی کو لے کے جایا کرو گے جب کوفت نہیں ہو گی۔'' ماہا نے اس کے سپاٹ اور بارعب چہرے کو دیکھا۔

''میں ایسی ناممکن باتوں کو سوچا نہیں کرتا۔''

''کیوں شادی نہیں کرو گے۔'' ماہا کو تو غصہ آ گیا۔

''آپ یہ بتائیے آپ کو کہاں جانا ہے۔''

''بھاڑ میں۔'' وہ سلگ کے رہ گئی۔

''اگر آپ بلاوجہ آ گئی ہیں تو میں آپ کو واپس ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس نے ماہا کے غصے سے پھولے چہرے کو دیکھا۔

''شہزیل اللہ کرے کے تمہیں محبت ہو جائے۔''

''جی۔'' وہ تو اچھل گیا۔

''کیوں اونچا سنتے ہو۔'' وہ چیخی۔

''پتہ نہیں کیا بولتی رہتی ہیں، مجھے تو آپ کی سمجھ نہیں آتی۔'' وہ ہنس کے اس کی بات کا تمسخر اڑانے لگا۔

''زیادہ بھولے بننے کی میرے سامنے ایکٹنگ نہیں کیا کرو۔''

''اچھا آپ کو لگتا ہو گا۔'' وہ پھر مسکرا دیا ماہا کو زبردست غصہ جو آ گیا تھا اس نے بچپن سے ماہا کو نٹ کھٹ اور شرارتی دیکھا تھا اور بڑے ہونے کے بعد بھی وہ ایسی ہی تھی۔ ماہا کے ڈیڈی نصیر احمد کو شہزیل کسی فٹ پاتھ پر روتا ہوا ملا تھا اور وہ اس وقت دس سال کا تھا اپنے گھر کا اتا پتہ بھی نہیں تھا نصیر احمد نے اس کے گھر والوں کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی تھی مگر وہ ناکام رہے تھے شہزیل کو بھی اتنا کچھ پتہ نہیں تھا۔

بس اسے اتنا یاد تھا اسکے ابو نے فورتھ کلاس میں فیل ہونے پر مارا تھا وہ ناسمجھ اس وقت وہ مار نہیں سمجھ سکا اور گھر سے نکل گیا اس کے بعد اسے یاد نہیں تھا نصیر احمد نے اس کا ہر طرح سے خیال رکھا تعلیم دلوائی اور بالکل گھر

کے بچوں کی طرح ہی سب اسے سمجھتے تھے، نصیر احمد نے اس کی تعلیم پوری ہونے کے بعد آفس میں رکھ لیا تھا وہ بہت محنت اور سمجھداری سے ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

ما، با کچھ اس سے زیادہ ہی فری ہوتی تھی مگر شہزیل نے اپنے اور اس کے درمیان لائن کھینچی ہوئی تھی اور نصیر احمد کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ شہزیل کو اندر ایک خلا سا محسوس ہوتا تھا اس کے دو چھوٹے بہن بھائی بھی تھے، بہن رمغہ جو اس سے پانچ سال چھوٹی تھی، تین سال کی سمیرہ اور ایک سال کا امجد تھا، جانے وہ اب کیسے ہوں گے وہ انہیں کیسے پہچانے گا۔ سولہ سترہ سال گزرنے کے بعد بھی وہ سب یاد کرتا رہتا تھا۔ یہاں رحمت ولا میں اسے سب نے محبت سے رکھا تھا۔ مگر اسے اپنے خونی رشتے یاد آتے تھے۔

''کاش میں ایسا کر کے گھر سے نہیں نکلتا۔'' اکثر راتوں کو وہ سوچتا تھا اور ابو اور امی کو یاد کرتا تھا دونوں اس سے دور تھے۔

☆......☆
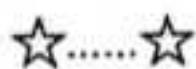
اسے جاب سے ریزائن بھی خود ہی کرنا پڑا تھا وہاں کا ماحول اسے اچھا نہیں لگا تھا اب وہ دوسری جگہ انٹرویو کے لئے جا رہی تھی۔

''امی، ابو آپ دونوں دعا کیجیئے گا میرا انٹرویو کامیاب ہوا چھا ہو۔'' وہ ان دونوں سے دعا لے کے رخصت ہو رہی تھی۔

جب سے جاب سے ریزائن دیا تھا گھر کا خرچ بھی مشکل سے ہو رہا تھا ابو کا علاج بھی رک گیا تھا۔

''جاؤ بیٹا اللہ کے حوالے۔'' وہ خود کو بڑے سے دوپٹے میں سموئے سوچوں میں غلطاں جا رہی تھی اگر بروقت گاڑی کے بریک نہیں لگتے تو وہ ضرور نیچے آجاتی۔

''اے محترمہ خودکشی کرنے کے لیے میری ہی گاڑی ملی تھی۔'' وہ غصے میں تن پھن کرتا ہوا نیچے اترا۔

''ارے چڑھانے والے تو آپ تھے، آپ کا کیا تھا چڑھا دیتے آپ امیروں کا تو کچھ نہیں بگڑتا مارے تو ہم غریب جاتے ہیں۔'' وہ سامنے والے شخص پر برس پڑی تھی۔ اور وہ حیرانگی سے اس کی دماغی حالت پر شبہ کرنے لگا۔

''مس آپ ہوش میں تو ہیں۔'' شہیر نے سیدھے ہاتھ سے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔

''میں اگر بروقت بریک نہیں لگاتا تو...... روڈ پر آنکھیں اور کان کھلے رکھتے ہیں۔''

''شکریہ بہت بہت۔'' وہ بری طرح چڑ گئی تھی یہ کیا چپل بھی ٹوٹ گئی۔

''مجھے نہیں لگتا آپ کے آثار ہیں کہیں ٹھیک سے جانے کے۔'' شہیر نے اس کی ٹوٹی چپل دیکھ لی تھی۔

''شٹ اپ اپنا راستہ ناپیے۔''

''میں تو راستہ ناپ لوں گا آیئے آپ کو ہاسپٹل لے چلتا ہوں لگتا ہے آپ کے دماغ میں کچھ خرابی ہے چیک کروایئے گا۔'' وہ اسے چھیڑنے ہی لگا۔

''آپ جاتے ہیں یا میں یہیں چپل آپ پر برسا دوں۔'' وہ اتنی بے زار اور پریشان تھی اسے یہ تک اندازہ نہیں تھا وہ کیا کہہ رہی ہے۔

''اوکے میں چلتا ہوں مگر دھیان سے ٹریفک دیکھ لیں کتنی ہے۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا رمغہ اور زیادہ ہراساں اور روہانسی ہو گئی۔ انٹرویو کا ٹائم نکل رہا تھا، چپل بھی ٹوٹ گئی تھی اور آس پاس کوئی بھی جوڑنے والا نہیں نظر آ رہا تھا۔

زندگی میں پہلی دفعہ اتنی ذلت اٹھانی پڑ رہی تھی آگے چل کے اسے چپل جوڑنے والا نظر آ ہی گیا۔ پھر وہ انٹرویو کے لیے گئی، اتنی لمبی لائن دیکھ کر تو اور وہ مایوس ہی ہو گئی۔

''میرا انتخاب تو ناممکن لگ رہا ہے۔'' وہ افسردہ ہو گئی تھی۔

بجھے دل کے ساتھ انٹرویو دے کے نکلی تھی گھر کی مالی پوزیشن اتنی خراب تھی کے رکھے ہوئے سارے پیسے بھی ختم ہونے والے تھے۔ سمیرہ کا فرسٹ ایئر میں ایڈمیشن ہونا تھا۔ اسجد کی نائن کلاس کی ایڈمیشن فیس جانی تھی، رمشہ کا سوچ سوچ کے دماغ دکھنے لگا تھا اپنے گھر کا وہی سہارا تھی، گریجویشن کے بعد سے جاب کرنے لگی گریجویشن بھی اس نے ایسے کرلیا اس وقت ابو ٹھیک تھے جب سے انہیں فالج کا اٹیک ہوا تھا وہ کسی قابل نہیں رہے تھے رمشہ کی پوری کوشش تھی کے ابو ٹھیک ہو جائیں اور اس نے تہیہ کیا ہوا تھا وہ اپنے ابو کو ٹھیک کر کے رہے گی۔

☆......☆

وہ ابھی گھر میں داخل ہی ہوا تھا، پورے صحن میں پانی پانی ہو رہا تھا تنقیدی اور ناگوار نگاہوں سے اوپر سیڑھیوں سے پانی آتے ہوئے دیکھا تھا۔

''صفائی کا ہر وقت بھوت چڑھا رہتا ہے۔'' اس کے جوتے گیلے ہو گئے۔

''امی! امی۔'' وہ چیختا ہوا اندر آیا۔

''کیا ہو گیا بیٹا خیریت تو ہے۔'' وہ شائد اندر کوئی کام کر رہی تھیں حنین کی آواز پر گھبرائی گھبرائی آئی تھیں۔

''امی اس لڑکی کو منع کیا کریں جب دیکھو صفائیاں کرتی رہتی ہے پورا صحن پانی پانی ہو رہا ہے۔'' اسے غصہ آ رہا تھا۔

''بیٹا! وہ خود صفائی کر کے جاتی ہے نیچے کی بھی۔'' وہ بتانے لگیں۔

''میں بتا رہا ہوں اگر یہی طریقے رہے تو میں انہیں بھی نکال دوں گا یہاں سے۔'' وہ ویسے اس سے تپا رہتا تھا اور پھر اسے بے روزگاری کی وجہ سے بھی چڑچڑاہٹ ہوتی رہتی تھی جب سے اس کا ایم بی اے پورا ہوا تھا وہ جاب کی تلاش میں تھا گھر کا خرچہ گھر کے کرائے سے ہوتا تھا، ان کا گھر بھی ڈبل اسٹوری تھا دو پورشن کرائے پر دیئے تھے خود گراؤنڈ فلور پر رہتے تھے وہ تو ابو نے ان کے رہنے کا ٹھکانہ کر دیا تھا ورنہ آج کے دور میں دو کمروں کا مکان لینا ہی بہت مشکل تھا، محمد عثمان صاحب کا پندرہ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا ان دنوں حنین اسکول میں تھا، حسن اور حرا تو اس وقت بہت ہی چھوٹے تھے حنین نے امی کو اپنے دونوں بہن، بھائی کو خود ہی سنبھالا تھا پھر گھر چلانے کے لیے اوپر کے دو پورشن بھی کرائے پر دیے۔ حنین اپنی جاب تلاش کرنے میں لگا ہوا تھا کئی جگہ اپلائی کر چکا تھا ابھی تک اسے معقول جاب نہیں مل رہی تھی۔

''بیٹا! بری بات ہے ہمیں کونسا تکلیف دے رہے ہیں الٹا میرا ہاتھ ہی بٹا کے چلی جاتی ہے۔'' انہوں نے اسے سمجھایا۔

''اچھا یہ بتاؤ ہوا کوئی کام۔''

''پتہ نہیں امی قسمت میں کیا لکھا ہے۔'' وہ برآمدے میں پڑی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھسکا کے بیٹھ گیا۔

''اللہ اچھا کرنے والا ہے تھوڑی آزمائش ہے ختم ہو جائے گی۔'' انہوں نے اسے تسلی دی۔

''آنٹی آپ کا وائپر لے لوں۔'' وہ بوتل کے جن کی طرح ہی نمودار ہوئی تھی۔

حنین نے ناگواری سے منہ بنایا تھا۔ اریکہ نے اس کے بگڑے تیور دیکھ لیئے تھے۔ کاسنی کاٹن کے پرنٹڈ

کپڑوں میں وہ اپنے دراز بالوں کی چوٹی بنائے معصوم سی لگ رہی تھی۔
''سنو! آج آخری دفعہ کہہ رہا ہوں اگر روز روز تمہاری صفائی نصف ایمان نظر آئی تو میں یہاں سے روانہ کر دوں گا۔'' بے مروت اور بدلحاظ بنا بول رہا تھا۔
''آنٹی ایسا ہم نے کیا کر دیا میں تو نیچے کی بھی کر کے جاتی ہوں صفائی۔'' وہ جھٹ بولی۔
''آئندہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''جاؤ بیٹا لو وا پر تم اپنا کام کرو اس کی باتوں کو دل پر نہیں لو۔'' انہوں نے مداخلت کر کے بات کو ختم کیا۔
اریکہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا حنین ہر وقت اسے دیکھ کر انگارے ہی چبا تا رہتا تھا اسے بہت دکھ ہوتا تھا آٹھ سال سے وہ ان کے گھر کرائے پر تھے حنین کی امی ان سب سے بہت اچھے انداز میں ملتی تھیں مگر حنین کا مزاج کچھ ترش اور روکھا تھا جب کے حسن اور حرا فرینڈلی تھے اس کی ان کے ساتھ اچھی بنتی تھی۔
''انسان کو اتنا بھی غرور نہیں کرنا چاہیے، اگر ہم آپ کے گھر میں کرائے پر رہ رہے ہیں تو آپ بے عزتی کرتے رہیں گے۔'' اریکہ نے موقع دیکھ کر اسے سنانے سے گریز نہیں کیا۔
انیسہ بیگم لگتا تھا اندر تھیں وہ بیٹھا کسی نیوز پیپر کو پڑھ رہا تھا ایک دم اس کی آواز پر چونک گیا۔
''آپ کو ہر وقت مجھ پر غصہ پتہ نہیں کیوں رہتا ہے۔''
''تمہاری حرکتوں پر رہتا ہے یہ کیا آئے دن پانی بہا کے صفائیاں کرتی رہتی ہو۔'' وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہو رہا تھا۔
''ہم اپنے پورشن کی صفائی کرتے ہیں اگر پانی نیچے آجاتا ہے تو ہمارا قصور نہیں آپ کے فرش کا قصور ہے اگر ڈھلان نیچے ہے تو پانی نیچے ہی آئے گا فلور ٹھیک کروا دیں یہ پانی نیچے نہیں آئے گا۔'' وہ اسے جتانے لگی۔
''اگر آپ کو پرابلم ہے تو تم لوگ یہ گھر چھوڑ دو۔'' وہ دبتا تو بالکل نہیں تھا۔
''آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے ہم یہ گھر نہیں چھوڑیں گے کر لو جو کرنا ہے۔'' وہ تن فن کرتی ہوئی اوپر سیڑھیاں چڑھ گئی۔
حنین نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔
''جوتوں سمیت آنکھوں میں گھسی جاتی ہے۔'' وہ بڑبڑایا، وہ بھی سر کو جھٹکتا ہوا اپنے روم میں چلا گیا۔ وہ اریکہ کی ہر لمحہ بے عزتی ہی کرتا تھا۔
''سمجھتا کیا ہے خود کو ہر وقت دماغ گرم ہی رہتا ہے۔ جنگلی اجڈ۔'' وہ خوب اسے برا بھلا کہہ رہی تھی دماغ میں آگ لگی ہوئی تھی دل کر رہا تھا اوپر سے گملا اٹھا کے اس کے سر پر دے مارے مگر اس نے اپنے غصے پر قابو پایا ہوا تھا۔
''اریکہ بیٹا روٹی پکالی ہو تو اپنے ابو کو کھانا دے دو وہ نماز پڑھنے جائیں گے۔'' امی کی آواز پر وہ سنبھل گئی۔
صبح سے گھر کی صفائی میں لگی ہوئی تھی رات کے کھانے میں بھی دیر ہو گئی تھی۔
''امی! ابھی پانچ منٹ لگیں گے میں دال میں بگھار لگا دوں۔'' وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔
''آرام سے بھی ہاتھ چلا لو تمہارے کام بھی آندھی طوفان کی طرح ہوتے ہیں۔''
''امی آپ تو ڈانٹتی رہتی ہیں۔''
''ڈانٹ نہیں رہی ایک بات بول رہی ہوں۔'' انہوں نے جگ میں پانی بھرا اور گلاس لے کے چلی گئی تھیں اریکہ نے جلدی جلدی روٹی بنائی اور کھانا بھی لگا دیا ابو عشاء کی نماز سے پہلے کھانا کھا لیتے تھے تا کہ پھر ہضم ہو جائے۔

اس نے ثمرہ سے برتن دھو کے کچن صاف کرنے کو کہا آج تو صفائی اور پھر حنین سے منہ ماری کی وجہ سے سر دکھ رہا تھا۔

''ذلیل انسان کو کسی کی عزت کا ذرا خیال نہیں ہوتا کھڑوس کہیں کا۔'' بستر پر لیٹ کے بھی وہ سب اس کے ذہن سے نہیں ہٹ رہا تھا۔ جانے کیوں وہ اسے سوچتی رہتی تھی جب کے وہ اسے سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کوشش کرتی تھی اس کا سامنا نہیں ہو۔''

☆......☆

شکیل احمد دو ہفتے بعد آئے تھے۔ نیل فران کے سامنے بالکل خاموش بیٹھی تھی۔

''بیٹا! کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیا کرو۔''

''مجھے کس چیز کی ضرورت ہو گی ہر چیز تو موجود ہوتی ہے اور چیزوں کا مجھے کرنا بھی کیا ہے۔'' لہجے میں محرومی افسردگی تھی۔

شکیل احمد پہلو بدل کے رہ گئے۔ وہ اتنی کم گو اور سادہ تھی وہ حیران ہوئے تھے ان کے خود کے گھر میں ہی بھائی کی بیٹیاں کیسے رونق لگائے رکھتی تھیں۔ کپڑوں کا فیشن کا کتنا شوق تھا اور ایک یہ ان کی بیٹی اسے کسی بات کا شوق ہی نہیں تھا۔

''کیوں لڑکیاں تو بہت سے شوق رکھتی ہیں کپڑوں جوتوں پرس کا۔'' وہ نیل فر کے چہرے کو دیکھنے لگے جو حد سے زیادہ سنجیدہ ہی ہوتا تھا۔

''وہ لڑکیاں بھی اور ہوتی ہیں مجھے جانا بھی کہاں ہوتا ہے گھر پر ہی تو ہوتی ہوں۔'' اس نے وضاحت دی۔

''تم فکر نہیں کرو میں تمہیں جلد گھر لے جاؤں گا اس کے لیے مجھے ذرا گھر کا ماحول ٹھیک کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے تمہاری خبر سن کے شاک بھی لگے۔'' وہ اس سے کہتے ہوئے نگاہ بھی چرا رہے تھے۔

''آپ سے میں کہہ بھی نہیں رہی کہ آپ مجھے گھر لے جائیں۔ میں یہاں ہی خالہ اور شہوار کے ساتھ خوش ہوں۔''

''نہیں بیٹا میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا بس تمہارے ابو کو کچھ وقت چاہیے۔''

''آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں میں آپ سے کہہ بھی کب رہی ہوں آپ مجھے لے کے جائیں۔'' زبیدہ خالہ ان کے لیے چائے اور لوازمات لے آئی تھیں۔ شکیل احمد خاموش ہو گئے تھے نیل فر نے ٹرے لے کے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی۔

''ارے آپ نے خوامخواہ تکلیف کی یہ سب نہیں کیا کریں۔''

''ارے بھیا اتنے دن بعد آئے ہو اتنا تو کر سکتے ہیں اور کون سا ہمارا خرچ ہوتا ہے آپ ہی دیتے ہو ناں۔''

''ایسی بات نہیں کریں آپ سب میرے ہیں۔ اپنوں پر خرچ کر کے جتایا نہیں جاتا۔'' وہ الٹا شرمندہ ہوئے۔

شکیل احمد نے ایک فلیٹ لے کے دیا ہوا تھا جہاں رائل کور کھا ہوا تھا فرنشڈ فلیٹ تھا ہر سہولت تھی۔

نیل فر نے چائے بنا کے ان کے آگے رکھی زبیدہ تو چلی گئی تھیں۔

''بیٹا! آج کل ضیاء نے بزنس اور آفس سنبھالا ہوا ہے میں خاصا مصروف تھا کچھ فرصت ملی تو چلا آیا۔''

''میں نے آپ سے کچھ کہا آپ کا جب دل چاہے آجایا کریں۔'' وہ انہیں شرمندہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

''اچھا یہ پیسے رکھو تمہیں اور شہوار کو جو ضرورت ہو مارکیٹ چلی جانا گاڑی میں بھیج دوں گا ٹیکسی رکشہ میں

جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ابو! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" وہ پیسے لینے سے ہچکچا رہی تھی۔

"چپ کر کے رکھ لو ہو سکتا ہے شہوار کو ضرورت ہو اچھا ہے چلی جاؤ گی تو اس کی بھی شاپنگ ہو جائے گی۔" شکیل احمد نے خاصی کثیر رقم اس کی مٹھی میں دبائی۔

"ابو! رہنے دیں۔"

"چپ کرو۔" انہوں نے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

شکیل احمد چند گھنٹے گزار کے چلے گئے تھے اور اسے پھر بھی نیا انتظار دے گئے تھے۔

"انکل کے جانے کے بعد تم اور زیادہ اداس ہو جاتی ہو۔" شہوار نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔

"کیا کروں میں پھر۔" اس نے اس کی جانب دیکھا۔

"کبھی ہنس بھی لیا کرو۔"

"بلاوجہ ہنسنے والوں کو لوگ پاگل کہا کرتے ہیں۔" اس نے شہوار کے سر پر ہاتھ مارا۔

"تم ویسے بھی مجھے پاگل ہی لگتی ہو۔"

"اچھا!" اس نے تکیہ اٹھا کے شہوار کے سر پر دے مارا۔

دونوں کا مشترکہ کمرا تھا اور خاصا آراستہ بھی تھا خوب صورت بیڈ اور نفیس پردے پڑے تھے۔ ایک سے ایک قیمتی سامان تھا۔

"سنو شہوار! کل شاپنگ پر چلیں گے ابو گاڑی بھیج دیں گے۔"

"کل یونیورسٹی نہیں جاؤ گی؟" وہ پوچھنے لگی۔

"نہیں کل کی تم بھی یونیورسٹی کی چھٹی کر لو تو میرا تو ویسے بھی پہلے ہی موڈ نہیں ہے۔"

"نیل فر دیکھ لو تم ہی زیادہ چھٹیاں کر رہی ہو۔ لاسٹ ایئر ہے۔" وہ اسے بتانے لگی۔

"ہونے دو میرا دل نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر میں بھی کر لیتی ہوں لیکن اسائنمنٹ دینا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم چلی جانا میرا بھی اسائنمنٹ لے جانا تمہارے آنے کے بعد چلیں گے۔" وہ خود پھر بولی۔

☆......☆

اس کی واپسی حیدر آباد سے ہو گئی تھی اس نے سوچا گھر میں کنول بھی ہو گی کچھ تو گھر لے کے جائے اس لیے گاڑی اس نے شاپنگ سینٹر کے آگے روک دی۔ کنول اور امی کے لیے سوٹ لینے کا ارادہ کیا کنول کا موڈ بھی تو ٹھیک کرنا تھا۔

وہ دکانوں سے دیکھ کر گزرتا جا رہا تھا مگر اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کبھی لیڈیز شاپنگ کی بھی تو نہیں تھی۔

مسٹرڈ پینٹ پر بلیو شرٹ میں وہ ڈیسنٹ سا کھڑا اچوائس ہی کر رہا تھا۔

اسی وقت حواس باختہ نیل فر اس کے شانے سے ٹکرائی تھی۔

"کیا وحشت ہے۔" وہ مڑا تھا۔

لائٹ انگوری پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس وہ ہرنی جیسی آنکھوں والی جانے کسے دیکھ کے بھاگ رہی تھی۔

"سوسوری۔" وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

''محترمہ ہوا کیا ہے؟'' فہر کے ہاتھ میں شاپر تھے وہ گر گئے تھے۔ وہ پہلے جھک کے اٹھائے۔
''جی کچھ نہیں۔'' وہ آگے بڑھنے لگی تھی۔
فہر نے کاندھے اچکائے وہ پھر دکان کے اندر گھس گیا۔ پانچ چھ سوٹ لیے اور دیگر مختلف شاپنگ بھی کی اور باہر آ گیا۔ دیکھا تو وہ پری پیکر گھبرائی پریشان کھڑی جانے کسے تلاش کر رہی تھی۔
''محترمہ! خیریت تو ہے آپ کی کیا چوری ہوگئی ہے۔''
''جی...... جی نہیں۔'' وہ آنکھوں میں ناگواری لا کے اسے دیکھنے لگی۔
نیل فر کسی دکان پر ڈریس دیکھنے لگی تھی۔ شہوار جانے کہاں نکل گئی تھی اور وہ اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی۔
فہر کو جانے کیوں وہ پریشان گھبرائی ہرنی لگ رہی تھی۔ بناوٹ و تصنع سے اس کا چہرہ پاک تھا۔
''تھینک گاڈ! تم مل گئیں کہاں تھیں؟'' شہوار اسے دیکھ کر لپٹ گئی۔
فہر دو قدم پیچھے ہو گیا۔
''کہاں نکل گئی تھیں۔'' نیل فر نے غصے سے پوچھا۔
''ارے وہ میری کلاس فیلو روحینہ نظر آ گئی تھی۔ اس سے بات کرنے کے لیے رک گئی تھی۔''
''آپ کی تعریف؟'' شہوار نے ہینڈسم سے فہر کو مخاطب کر لیا جو ابھی تک وہیں تھا۔
''یہ پریشان کھڑی تھیں میں تو پوچھ رہا تھا ان سے خیریت تو ہے۔''
''ہاں اسی بہانے بات کر لیتے پھر گھر کا ایڈریس پوچھ لیتے آپ مردوں کو میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔'' شہوار اس پر چڑھ دوڑی۔
نیل فر نے اس کے بازو پر دباؤ ڈال کے روکا۔ ''سنیے خاتون! میں ایسا فضول آدمی نہیں ہوں جو لڑکیوں کے پیچھے بھاگوں یہ مجھ سے ٹکرائی تھیں میں سمجھا ان کے کوئی پیچھے لگ گیا ہے انسانیت کے ناطے پوچھنے لگا۔'' فہر کو ایک دم ہی غصہ آنے لگا۔
وہ شاپنگ سینٹر کی راہداری میں کھڑے تھے۔ لوگوں کی استفہامیہ اور تنقیدی نگاہوں نے تینوں کو ہی پزل کر دیا تھا۔
''اچھا یہ اس نے کہا تھا کہ کوئی پیچھے لگ گیا ہے۔''
''شہوار کیا ہو گیا ہے؟'' نیل نے اسے ٹوکا۔
''نیل فر تو نہیں جانتی ان لڑکوں کو موقع چاہیے۔''
''خاتون مجھے معاف کریں میری توبہ، بائے۔'' فہر نے اپنا سر پیٹ لیا وہ کیوں مخاطب ہوا اس بلا سے۔
''سوری!'' نیل فر نے ہی معافی مانگی۔
وہ اونہہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ عجیب بد مزہ ہو گیا تھا۔
''لڑکیوں کی زبان کیسی قینچی کی طرح چلتی ہے۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔
''فہر صرف وہ لڑکی یہ لڑکی نہیں ہرنی جیسی آنکھوں والی۔'' اندر سے کوئی بولا۔
اس نے گاڑی کو ٹرن کیا تو وہ دونوں بھی گاڑی میں نظر آئیں۔
''یہ گاڑی اور ڈرائیور تو ماموں جان کا ہے۔'' فہر چونک گیا۔
ان دونوں کی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی مگر اس کا دماغ تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا پورے راستے وہ اس لڑکی کو

سوچتا رہا جو اس سے ٹکرائی تھی۔

''نیل فرنام کیسا انوکھا سا لگ رہا تھا۔''

''لو جی ہیرو کی واپسی ہو گئی ہے۔'' مہاد نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر ہانک لگائی۔

کنول ابھی موجود تھیں اسے دیکھ کر ناراضی دکھانے لگیں۔

''آ گیا میرا بچہ۔'' زہرہ نے تو اس کا ماتھا چوم لیا۔

فہر نے سلام ودعا کے بعد کہا۔

''امی جلدی سے کھانا لگوا دیں بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے سارے شاپرز کنول کے قدموں میں ڈال دیے۔

''یہ کیا ہے؟'' سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''دیکھ لیں آپ کے اور امی کے لیے لایا ہوں۔''

''حیرت ہے۔'' کنول شاپرز اٹھائے چیزیں نکالنے لگیں مگر یہ کیا اس میں سے تین چار بیگز سینڈل کے ڈبے اور دیگر جیولری بھی نکلی۔

''یہ سب تم امی اور میرے لیے لائے ہو۔ کنول حیران ہو رہی تھیں۔

ان سے زیادہ حیران فہر ہو رہا تھا اس کے بھی تو شاپر تھے۔

''یہ بھی تو کھولیں۔'' اس نے دوسرا بڑا شاپر اٹھایا اس میں اس کا خریدا ہوا سامان تھا۔

''یہ آپ کے اور امی کے لیے چند سوٹ ہیں۔''

''اور یہ کس کے لیے ہیں۔'' کنول کو تو اس کے پیچھے لگنے کا موقع چاہیے۔

''یار! پتا نہیں کس کا آ گیا۔'' فہر بوکھلا بھی گیا تھا مگر اسے سب سمجھ آ گیا تھا اس نے اس لڑکی کے بھی شاپرز اٹھا لیے تھے جو اس سے ٹکرائی تھی اس کے اور فہر کے شاپرز بھی گرے تھے۔

''اچھا تب ہی وہ بار بار مجھے دیکھ رہی تھی۔'' وہ سر پکڑ کے رہ گیا۔

''امی، امی دیکھیں اس نے ضرور کر رکھی ہے شادی۔''

''یار! آپی خدا کو مانیں وہاں دکان میں اور لوگ بھی تھے ہو سکتا ہے بے دھیانی میں، میں نے یہ شاپرز اٹھا لیے ہوں۔'' وہ صفائی دینے لگا۔

''ویسے بھائی وہ دیکھنے میں کیسی تھی۔'' مہاد کو بھی اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے کا موقع مل گیا۔

''یار! تم بھی شروع ہو گئے۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔ زہرہ تو ہنس رہی تھیں۔

''امی! میرا یقین کریں یہ غلطی سے آ گئے ہیں۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔

''کنول ہو سکتا ہے غلطی سے آ گئے ہوں۔''

''ارے ہاں یاد آیا ماموں جان کا ڈرائیور ان لڑکیوں کو لے کے جا رہا تھا۔ یہ سامان اس کے ذریعے ہی جا سکتا ہے۔'' فہر کے دماغ میں خیال آیا مگر اس نے ان لوگوں کے سامنے کہنے سے گریز کیا۔

''ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو۔''

''آپی یار کیا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ جلدی ہی اکتا گیا ایک تو دو ڈھائی گھنٹے کی ڈرائیونگ سے وہ تھک گیا تھا یہاں تو الٹی آفتیں گلے پڑ گئی تھیں۔

کھانا کھا کے وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا تھا۔

اس پری پیکر کا خیال بار بار آرہا تھا۔"
"نیل فر۔" اندر بازگشت ہوئے جا رہی تھی۔
"پورا وقت وہ نہیں بولی اور اس کے ساتھ والی کی زبان چلے جا رہی تھی۔
نہا دھو کے وہ لیٹ گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کی آنکھ بھی لگ گئی۔
شام میں سو کے اٹھا تھا اس کی طبیعت اور مزاج فریش تھا کنول اور بچے نظر نہیں آرہے تھے۔
"امی! آپی کہاں ہیں؟"
"چلی گئی شعیب کی کال آگئی تھی۔ انہیں کہیں جانا تھا اس لیے چلی گئی۔"
"ناراض ہو کے گئی ہیں۔" بہن کی فکر بھی ہوئی تھی۔
"نہیں تو اور ہاں وہ تمہارے لائے ہوئے سوٹ لے گئی ہے اگر ناراض ہوتی تو چھوڑ کے جاتی۔" مسکرا کے بولیں۔
فہر نے ہال کمرے میں بیٹھ کے وہاں کا ٹی وی آن کر لیا تھا۔ کافی دنوں سے ٹی وی بھی نہیں دیکھا تھا۔
"میں تمہارے ابو کے لیے چائے بنا رہی ہوں۔"
"جی۔" اس نے اسکرین پر نگاہ جمائے کہا۔
فہر کا ذہن و دل تو اس پری پیکر میں الجھا ہوا تھا۔

☆......☆

"اے لڑکی کبھی ٹانگوں کو بھی آرام دے لیا کر۔" دادی جان نے اسے اوپر جاتے دیکھا۔
"دادی جان! میں تو شہریل کو بلانے جا رہی تھی۔" اس نے کہا۔
"ہر وقت اسے تنگ نہیں کیا کر سنجیدہ بچہ ہے کبھی اسے بھی آرام کرنے دیا کر۔" رحمت بی بی کو اس کی بڑی فکر ہوتی تھی۔
"ہاں سنجیدہ بچہ ہے میں تو جیسے کٹ کھنی ہوں۔" وہ برا مان کے ان کے پاس ہی آکے بیٹھ گئی۔
"کتنی زبان چلتی ہے۔" وہ تاسف سے گویا ہوئیں۔
"کس کی زبان چلتی ہے؟" منیب احمد نے پوچھا۔ ماہا انہیں دیکھ کر سنبھل گئی۔
"بابا! میں تو اس شہریل کو اپنی فرینڈ کے ہاں لے جا رہی تھی۔ وہ دیکھیں اوپر بھاگ لیا۔" وہ غصے سے بول رہی تھی۔
"بیٹا! ہر کام کے لیے اسے نہیں بولا کرو اتنے کاموں میں بزی رہتا ہے۔"
"سب اسی کی سائیڈ لیتے ہیں۔"
"دیکھا منیب بڑے چھوٹے کی بھی اس لڑکی کو تمیز نہیں اس سے کیسے بات کرتی ہے بڑا ہے بھائی کہہ لیا کرے۔"
"بس رہنے دیں دادی جان۔" وہ تو کلس گئی۔ شہریل کو بھائی بولے کبھی نہیں اس نے بچپن سے ہی اس کا نام لیا تھا اور اب بھائی لگانے کا سوال ہی نہیں۔
"تمہیں اگر اپنی فرینڈ کے جانا ہے تو ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ۔"
"ٹھیک ہے بابا ٹھیک ہے میں تو سوتیلی ہوں آپ کی۔" وہ بچوں کی طرح روٹھ کے چلی گئی۔

(جاری ہے)